نبی محمد ﷺ کا اسلام اور مغرب کی طلسمی سائنس

تحریر از: ڈاکٹر سید بنیاد علی آقائی

جب بھی کسی بیرونی طاقت نے ہمارا اگھمنڈ زائل کر کے اپنا عبرت آموز تسلط جمایا تو بجائے اپنا تنقیدی جائزہ لیکر اصلاح ودرستی کا دامن تھامنے کے، الٹا اسی طاقتور مظہر کو صنم بنا کر اپنی پوجا پاٹ میں شامل کر کے ایک بار پھر خود فریبی میں مبتلا ہو جانا اس خطے کا تاریخی شیوہ رہا ہے۔

یہ کم تر نفسیات کابل سے لیکر بنگال تک مختلف اندازوں میں ملے گی۔ اگر کوئی یقین کرنے پہ آمادہ نہیں تو ذرا تاریخ کی ورق گردانی کر کے دیکھ لے۔ کوئی تاریخ سے آگاہی رکھنے والا انکار نہیں کر سکتا کہ شروع زمانے سے ترک حملہ آور وسطی ایشیاء اور ایران کے شمال مغربی ملحق خراسان سے ہندوستان آتے رہے ہیں۔ موت کا دوسرا نام بن کر ترک خان جب نازل ہوتے تو معاشرے کی نبضیں خوف سے ساقط ہونا شروع ہو جاتیں۔ یہی وہ بے پناہ اثر تھا جس نے پختون قوم میں ایسی بھگدڑ مچادی کہ وہ نفسیاتی مفلوج ہو کر اپنا تشخص ہی کھو بیٹھی۔ جب خوف کے بادل چھٹنے لگے، تو معلوم ہوا کہ تمام قوم یکسر خان بن چکی تھی، جن کا اصل ترک نسل سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ آج پختون قوم خان کے نام سے انڈیا میں مشہور ہے۔ مطلب یہ کہ ایک جھوٹ کو اتنا دھراؤ، کہ کچھ عرصہ بعد وہی سچ بن جائے گا۔

مغلوں کے بعد جس ناقابل مزاحمت یلغار نے ہمیں شدید ترین متاثر کیا، وہ مغربی سرمایہ داری کا نظریہ روشن خیالی اور سیکولرازم ہے۔ انڈیا میں مسلمانوں کے ہاں اس دماغی المیے کا بانی سر سید احمد خان کہلاتا ہے۔ یہ جناب ذات کے سید صاحب حالانکہ عربی النسل تھے، لیکن انہوں نے بھی پختون قوم کی طرح نہ صرف ترکی تغط خان کا اپنے ساتھ اضافہ کر رکھا تھا؛ بلکہ فرنگی خطاب "SIR" کا بھی اپنی زینت میں اضافہ کر لیا۔

اگر وہ صاحب بھی سید جمال الدین اسد آبادی کیطرح دور بین سوچ اور فکر کی صلاحیت رکھتے، تو آج مغربی سرمایہ دارانہ نظام اور تعلیم کی مزاحمت میں، جو ہمارے سماج، ثقافت اور روحانی تہذیب کو بے روح مشین بناتے جارہے ہیں، کوئی زندہ کارآمد آئیڈیالوجی موجود ہوتی۔ ہمیں **روشن فکری** کی ضرورت تھی، لیکن سر سید خان نے **روشن خیالی** کے نام پر قوم کو سامراجی مغربیت کے ہتھے چڑھا دیا۔ اس مغربی مذہب بیزاری نے اسلام کو نہایت غیر سنجیدگی اور علمی بددیانتی سے دیکھنا شروع کر دیا۔ دین، عقل وترقی کے راستے میں رکاوٹ تصور کیا جانے لگا۔ ہونا تو یوں چاہیئے تھا کہ ہم اسلام کے فلسفہ عدل کا جدید دور میں عقلی معائنہ کر کے قیاس آرائیوں کی بجائے آمورِ حیات وعبادات میں ایک منطقی طور پر مستحکم سماجی اور فکری نظام کو پیدا کرتے؛ مگر ہم نے ایک اجنبی زبان اور سوچ وثقافت کی ظاہری ترقی اور شان کی پیروی، آندھی پیروی میں فوری حل تلاش کرنا ناگزیر حقیقت گمان کر لیا۔ نتیجہ معلوم کہ آج ہماری کوئی زبان رہی ہے نہ اصلی سوچ: ایک ایسا نقلی معاشرہ برآمد ہو

چکا ہے جسکی حیثیت سیاست اور اقتصادیات کے بین الاقوامی اکھاڑے میں دوسری قوموں کے کھلونے یا بھاڑے کے ٹٹو کی ہے۔ یہ ساری دل سوز صورتحال پیداوار ہے ہماری گذشتہ خوش گمانیوں اور نقلی آسانیوں کی۔

اب سنیئے یہ روشن گمان اور بے فکر نقلی دانشور مذہب اور اسلام سے اپنی بیزاری کا کیسے اظہار، بلکہ احتجاج کرتے ہیں۔ اُن کیلیئے تمام تاریخ میں مذہب کا کردار انسان دشمنی کے مترادف آلاتی حیثیت کا حامل ہے۔ ظلم واستحصال کو فروغ دینے میں مذہب عوام کی سوچ میں موجود اعلیٰ اور مفید توانائیوں کو یرغمال بنا کر آسمانوں سے بھی حقیقت کے باہر جلاوطن کر دیتا ہے، علمِ الٰہیات کے نام پر۔ اس کے بعد ہُوا یوں کہ مغربی سائنس اور دیگر علوم، صنعت و ترقی نے انسان پر مذہبی دھوکے بازی کو عیاں کر دیا۔ آج باشعور جدید انسان روحانی توہمات کی طلسم شکنی کر چکا ہے۔ تاہم ان کا ماننا ہے کہ یہ اثر مسلمان دنیا میں اتنا قابلِ قبول نہیں ثابت ہو رہا، کیونکہ اسلام کے عقیدت مندوں پر جہل اور تعصب کا نفسیاتی غلبہ کافی مضبوط ہے یورپ نے ان سے اقتدار کو چھین کر اجارہ داری ختم کر دی تھی۔ آج بھی داعش اور طالبان کا غیر انسانی، سفاک اور علم دشمن حیوانی رویہ کوئی حادثاتی امر نہیں بلکہ ثمر ہے، اُس بیج کا جو چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کے نبی ﷺ نے کم و بیش ایک سو جنگوں میں قتال اور لوٹ مار کر کے بویا۔

اس مغربی گمان کی بے نقابی کیلیئے ضروری ہے کہ ہم ایسے اسلام کو اصولی طور پر پیش کریں، جسمیں عقلی انکاری کی گنجائش نہ ہو، پس تاریخی حقائق اور سنجیدہ تحقیق کی روشنی میں ہمارے لئے یہ سراپا مذاق سے کم نہیں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے متعدد لڑائیوں میں اپنا دینی مقصد حصولِ ریاست جانا۔ ایسا گمان کرنا اسلام کو ریاست، اقتدار اور سلطنت کے بغیر ایک خالی از حقیقت مذہب کا فریب قرار دینے کے مترادف ہے۔ ان تہمت بازوں کے نزدیک مذہب اسلام نے جو بھی انسانیت سوز کاروائیاں کیں ان کا حاصل فقط حکومت، اقتدار تھا؛ جیسے یزید بن معاویہ کے منہ سے نکلا کہ کوئی وحی نہ آئی، بلکہ سب بنوامیہ اور ہاشمیوں کے درمیان اقتدار کی کشمکش تھی۔

مغربی ہذیان اپنے عقلی یرقان میں تمام مذاہب پر عیسائیت کی مثال میں تنقید کرتے ہوئے دعویٰ دار ہے کہ تمام جنگوں میں وجہ فساد مذہب ہی رہا ہے۔ پاپائیت کو نشانہ بناتے ہوئے وہ سلطنت رومہ کے زوال کی بڑی وجہ عیسائیت گردانتے ہیں۔ اُن کا ماننا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں یہ عیسائی چرچ ہی تھا جس نے یورپ میں فلسفہ اور سائنس کو اندھیروں میں ڈوبا دیا۔ چرچ نے ہی صلیبی جنگیں مشرق پر مسلط کیں۔ مختصر یہ کہ اندرونی اور بیرونی فساد کا نقطہ آغاز مذہب ہی ہے۔ اُنہے اسلام سے یہ بھی شکائیت ہے کہ عیسائیت نے تو سیاسی طاقتوں سے ساز باز کی، لیکن محمد ﷺ نے خود تلوار ہاتھ میں لی اور خلافت کے نام پر الٰہی ریاست کا قیام مذہبی فریضہ بنا دیا۔

اب ذرا اِن گندم نما جو فروشوں سے پوچھتے ہیں کہ مقدونیہ کے وحشی فلپ کا بیٹا سکندر اعظم کون سے مذہب کا علمبردار تھا؟ چنگیز خان، ہلاکو خان، کوبلائی خان کونسے مذہبی دعوے کو پھیلا رہے تھے، جنہوں نے کوریا سے لیکر مشرقی یورپ

تک کھوپڑیوں کے مینار کھڑے کر دیئے؟ آٹیلا اور ہانی بال کیا صلیبیں ہاتھ میں لیکر رومن سلطنت پر نازل ہوئے تھے؟ نپولین کیا حضرت عیسیٰؑ کا خود کو نمائندہ کہلواتا تھا؟ ان سب کا جواب ایک ہی ہوگا: نہیں!

کیا آج یوکرین کے پیچھے NATO، جس کے پیچھے کارفرما مغرب جس کیلئے V.Putin نے کیا خوب اصطلاح استعمال کی ہے "The Empire of Lies" کوئی مذہبی تحریک ہے؟۔ اس سارے خون خرابے اور فساد میں پوشیدہ وجہ معلوم ہو جانا چاہیئے کہ کوئی مذہب نہ تھا، بلکہ خود پسندی، طمع اور احساس سے عاری بقائے حیات کا وہ غیر انسانی نظریہ کارفرما رہا ہے جس میں مذہب کا عظیم ترین فلسفہ شہادت نہیں پایا جاتا۔ فطرت کے نام پر ڈارون کی بے رحم اور سیاست کے نام پر میکاولی کی بے شرم، سوچ نے حیات اور اخلاق کے جوہر انسانیت کو بگاڑ کر برباد کر دیا ہے۔ اپنی تمام تر فریب کاریوں، عیاریوں، جھانسوں، کے باوجود پہلی اور دوسری مفاد پرست عالمی جنگوں کے دوران لگ بھگ سات کروڑ انسانوں کا کھلم کھلا قتل عام روشن گمانی بمع سیکولرازم کب تک انسان دوستی بنا بنا کر عقل و انسانیت کی تنقیدی آنکھ میں دُھول جھونک سکتی ہے؟۔ ایسی خبیث سائنس کے دعوؤں اور حقائق کے تضاد پر تو چنگیز خان بھی اپنی تلوار حیرت کی نیام میں واپس ڈال لے گا۔ یہ تو آئن سٹائن کی مہربانی، جس نے سائنس کو مغرب کی انسان پسند موضوعیت سے نجات دلا کر مطلق قوانین کو مقامی قوانین میں بدل کے مغربی سوچ کو **نقطہ نظر** تک محدود کر دیا۔

اندھیرے کو روشنی گمان کرنے والے اِن **اُلو پرست دانشوروں** کو خدا جانے کیوں سات کروڑ انسانوں کا خون جدید سائنس کے چہرے پر نظر نہیں آتا، لیکن محمد ﷺ کی تمام جنگیں، نام، تعداد ان کو کسی نظم کی طرح ازبریاد ہیں، جسمیں کل ایک ہزار بھی دشمن نہ مارا گیا؟ عیسیٰ پاکؑ نے صحیح کہا کہ اپنی آنکھ میں پڑا شہتیر بھی نظر نہیں آتا ہے، لیکن دوسرے کی آنکھ میں تنکا بھی نمایاں دیکھتا ہے۔ ان کی الزامی خواہش اپنی عقلی صحت میں اتنی کمزور ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں محمد ﷺ سے اُس کا جنگوں میں دفاعی نہیں تو کم از کم فطرتی سہی، Natural Right of Defence بھی سلب کر لینے پر بچوں کی طرح بضد ہیں۔ آپ شاید نہ جانتے ہوں کہ خود انہوں نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر جو دو ایٹم بم داغے، اُس میں ایک کا نام پیار سے **چھوٹا لڑکا**، Little Boy رکھا ہوا تھا؛ اور دوسرے کو **موٹا آدمی**، Fat Man کہہ کر پکارتے تھے۔ مطلب اپنے علاوہ باقی دنیا کیلئے اِن کے بم مذاق، Fun تھے۔ قتل و غارت اِن کا مفاد ہو تو Fun، مذاق سے زیادہ کچھ نہیں۔ اب اگر ہم اس Funny Science of Atomic Bombs کا چنگیز خان کی خونخواری سے تقابل کروائیں، تو معلوم پڑ جائے گا کہ لفظ انسانیت استعمال کر کے مغربی سرمایہ دار دنیا سے کھیلتے اور بیوقوف بناتے چلے آ رہے ہیں۔

لیجیئے اب ہم اس امر پر روشنی ڈالتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تلوار کیوں اٹھائی؟ دیکھیں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں مکہ سرمایہ دار اشرافیہ کا مذہبی مرکز تھا۔ چنانچہ استحصال، غلامی اور بربریت لازم و ملزوم تھے۔ باہمی قبائل کی ڈاکہ زنی، قتل و غارت معمول تھا چھوٹی چھوٹی بات پر غیرت کے نام سے۔ بے لگام انسانی فطرت کے ہاتھ میں لاٹھی تھی کہ جب

چاہے کسی کی بھی بھینس پر دعویٰ جمالے۔اب کوئی بھی حساس اور لائق شعور انسان اس حیوانی ماحول میں انسانیت کی تذلیل کتنی دیر برداشت کر لے گا؟آخر ایک وقت آگیا جب بنو ہاشم کا ایک بلند اخلاق نوجوان جس کو سارا مکہ صادق وامین کہہ کر پکارتا،اس سرمایہ دار نظام کے خلاف اللہ کا نبی ﷺ بن کر موسیٰؑ کیطرح اُٹھ کھڑا ہوا۔اس نظام کا کرتا دھرتا سرمایہ دار طبقہ چوکنا ہو گیا کہ یہ کیسی آواز ہے جو مذہب کے نام پر انصاف اور انسانیت کیلیئے روایتی اقدار، مفادات اور اختیارات اعلیٰ کو للکارنا شروع ہو گئی ہے۔آج کی زبان میں اُسوقت کی پرولتاریہ کو کمی مارکس کی ندا میں نجات دھندہ نظر آنے لگا۔ بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر؛ کیونکہ جس عدل کا محمد ﷺ پیغام دے رہا تھا وہ زمین تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں بھی محیط ہو گا۔ایسا عظیم انقلاب جو زندگی اور موت کے بعد بھی خوشخبری تھا مظلوم اور محروم طبقے کیلیئے؛ حق کے طلب گاروں اور عدل کے فطرتی پرستاروں کیلیئے!

نبی ﷺ اور اس کا انقلاب، سرمایہ دار سرداران مکہ،ابوجہل اور ابوسفیان جیسوں کیلیئے کیونکر قابل قبول ہو سکتا تھا؟تاہم حیرانگی یہ ہے کہ بجائے اس امرِ حقیقت کو آئندہ تصادم کیلیئے وجہ سمجھا جاتا؛اُلوپرست **اندھیر خیال ٹولہ** اپنے لب و لہجے میں ابوسفیان اور ابوجہل میں کسی یسوع مسیحؑ معصوم کا تاثر دیتا معلوم ہوتا ہے۔دراصل اِن اُلو نما دانشمندوں کو کسی عیسیٰؑ، بدھ یا گاندھی سے ہمدردی نہیں۔یہ ان کے ظاہری حوالوں کو بے جا استعمال کر کے مذہب کی انقلابی روح کو متلاشیِ حق طالب علموں سے گول چکر دیگر مغالطے میں پوشیدہ کرنے کے درپے ہیں۔چنانچہ ان فریب فروشوں کے ہاں عیسیٰؑ کا مذہب اس لئے برحق ہے کہ اُس نے تلوار کی پرزور مذمت کی؛ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اگر ایک تھپڑ مارے تو اس کے سامنے دوسرا گال بھی کر دو۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی یہ یک رُخی تصویر کشی سرمایہ دار بدمعاشوں اور ظالم حکمرانوں کا دنیا میں احمق بنانے کیلیئے حربہ ہے،تاکہ مذہب میں اخلاقی روحِ انقلاب کبھی استحصالی طبقے کے خلاف قیام نہ کرنے پائے۔حالانکہ **متی 10:34-6** میں حضرت عیسیٰؑ نے برملا اعلان کیا کہ **وہ زمین پر امن و صلح نہیں بلکہ تلوار دینے آیا ہے**۔اسطرح عیسیٰؑ نے جب پطرس کو تلوار اُٹھانے سے منع کیا،تو اس کا مقصد تھا کہ بے محل مزاحمت حماقت ہوتی ہے۔کیا جو قوم تلوار نہیں اٹھاتی وہ فاتحین کی تیغ پر نہیں چڑھتی آئی؟کیا ہم آسٹریلیا اور افریقہ کے امن پسند اور مسکین باسیوں کے انجام سے عبرت حاصل کئے بنا رہ سکتے ہیں؟کیا عیسیٰؑ انسانیت کو غلامی کا درس دینے آئے؟آپ تو خود کو نہایت عزت کیساتھ حضرت داؤدؑ جیسے ایک عظیم جنگجو کا وارث بتاتے ہیں۔لہٰذا بہتر یہ ہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی مصنوعی آڑ بنا کر ابوجہل اور ابوسفیانیت کو زبردستی انسانیت کے پیکر بنا کر مغالطوں کی دنیا میں نہ بسیں؛ ورنہ یقین کر لیجئے کہ عقل و ھوش پر بوجھ بڑھتا چلا جائے گا۔خود حضرت عیسیٰؑ نے تاآخر دم مذہبی ریاکاروں، سرمایہ داروں اور حکومت وقت سے کوئی مفاہمت نہ کی۔لیکن کس قدر افسوسناک امر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو ان کے حوالہ متن سے کم علمی یا علمی بددیانتی باہر نکال کر بگاڑ کے پیش کرتی آئی ہے؛ تاکہ ظالم طبقے کو مقدس تحفظ فراہم ہوتا رہے اور مظلوم و محروم لوگ صبر کرنے پر بخوشی اکتفا کریں۔

اس ساری گفتگو کا ایک بڑا مقصد یہ بار آور کروانا تھا کہ **محمد ﷺ اپنے وقت میں یسوع مسیحؑ کے بااختیار ہو جانے کا مظہر تھے**۔ اگرچہ یہ حقیت آخری نبی ﷺ کے گیارویں بیٹے مہدیؑ پر مکمل ہونا ہے۔ آیئے دوبارہ مکہ چلیں!

گذشتہ تیرہ سال سے مکی سرمایہ دار اشرافیہ محمد ﷺ کی انقلابی تحریک کو ابو طالبؑ کی مخالفت کے خوف سے برداشت کرتی چلی آرہی تھی۔ جونہی محسنِ اسلام نے آنکھ بند کی، بے قرار کفار نے آپ ﷺ کے گھر کو حصار میں لے لیا: لیکن خود بستر موت پر بیٹے، ید اللہ نے لیٹ کر آپ ﷺ کو بحفاظت مدینہ پہنچادیا۔

ادھر مدینہ میں ایک طرف یہودی سرمایہ دار براجمان تھے تو دوسری طرف وہ جن کی سماجی حیثیت موم بتی کیطرح خورشیدِ محمدی ﷺ سامنے بے وقعت ہو گئی۔ انقلابی محمد ﷺ نے مدنی طبقات کو جڑوں سے ہلا کر بے بس کرنا شروع کر دیا۔ ایک نئی دنیا رونما ہونے لگی۔ گذشتہ فکری، اخلاقی، اقتصاداتی، سیاسی روابط اور حقائق کی نوعیت یکسر بدلنے لگی۔ عادل توحید کی یہ تحریک حجاز میں دن بدن اپنے پیغام میں طاقتور ہونے لگی۔ مکیوں کو معلوم ہو گیا کہ معاملہ مقامی نہ تھا!۔ آگ سارے عرب میں پھیل جائے گی اور اگر وہ یوں ہی مکے میں بیٹھے رہے تو ان کو چھٹی ناگزیر معلوم ہونے لگی۔ دونوں متضاد نظاموں میں ایک اٹل ٹکراؤ یہاں کس قدر واضع نظر آتا ہے۔ جنگ یا امن کا خواہ منخواہ سوال بنانا حماقت یا شرارت ہے۔ یہ تو دو مختلف نہیں بلکہ متصادم سوچوں؛ متصادم نظاموں؛ متصادم مقاصد حیات و موت کے مابین لشکر کشی ثابت ہوتی ہے۔ مشرکین بھی ایک اللہ ہی کو مانتے تھے! لیکن محمد ﷺ نے سوال اُٹھایا کونسا ایک اللہ؟ ابلیس والا، یا آدمؑ کا۔ (اس موضوع پر ہم نے اپنی کتاب "**عصمت آدمؑ اور ابلیس**" میں مفصل بحث کی ہے) کونسا خدا؛ آدمؑ یا شیطان کا؟ مظلوم کی آواز سُننے والا، یا ظالم کی خوشامد کا دلدادہ؟

یہ تھے وہ حالات جن میں طاقت اور غصے کے نشے میں سرشار مکیوں کو اپنا شکار مارنے مدینہ آنا ہی تھا۔ آج نہیں تو کل۔ چنانچہ نظریاتی جنگوں کے اس دس سالہ سلسلے کو سمجھنے کی ضرورت ہے، نہ کہ بچوں کیطرح اس بات پر رٹ لگا کر عقل کو شرمندہ کرنا چاہیئے کہ جی ساری لڑائی حکومت واقتدار کی تھی۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے مغیرہ بن شعبہ کو غلط نہ کہا تھا، جب وہ عرصہ بعداز حسنؑ ساری سلطنت کا مطلق حکمران بن چکا تھا، تمام ظاہری جیت کے باوجود وہ محمد ﷺ کے مقابلے میں ناکام ہو گیا ہے (تاریخ المسعودی) بنوہاشم کے عظیم فرزند کے ارد گرد مجبور و محکوم، بے بس اور غلام انسانیت پروانوں کی مانند جمع ہونے لگی۔ اس شمع کو بجھانے کیلئے وہ ملعون بدر تو کبھی احد؛ کبھی خندق تو پھر حنین میں اُترے۔ لیکن سلطان المبین نے کبھی اپنے حبیب ﷺ کے سر سے ید اللہ نہ ہٹایا۔

پس محمد ﷺ کا اسلامی موقف ظاہری صورت میں سماجی اور اقتصادایاتی عدل کو قائم کرنا تھا۔ اب اس موقف کا باطنی مقدمہ کیا تھا؟ ریاست تو ہم غیر مقعول پاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ انقلابِ محمدیہ ﷺ کا مقصد **تذکیہ نفس** تھا۔ اور اس ہی تذکیہِ نفس کیلئے محمد ﷺ نے سماجی عدل کی فضا کا قیام لازم جانا۔ یہ ہے وہ فلسفہ، ہدایت، روحِ اسلام، جسے اندھیر خیال

اُلوپرست، جو ریاست کے نظریاتی قیدی ہیں، سمجھنے پر قادر نہیں۔ **سورہ البقرہ: 151** نے بتادیا ہے کہ روحِ اسلام ہدایت ہے ریاست نہیں۔ ''**ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول ﷺ بھیجا جو آیات پڑھ پڑھ کر تمہارے نفوس کو پاکیزہ کرتا ہے الکتاب اور الحکمت کی تعلیم دیکر۔**''

پس سیاست اور ریاست کا یہاں سوال ہی بے معنی اور زبردستی ہے۔ اس فلسفہ ہدایت کو سمجھنے کیلئے میکاولی کی یورپی عینک اتارنا ہوگی۔ ریاست اور جنگوں کی بحث میں الجھا کر آپ فلسفہ ہدایت اور عدل پر نظر رکھنے والوں کی آنکھ میں دھول نہیں جھونک سکتے۔ یاد رہے کہ اس نبوی روح اسلام کو کتاب میں اللہ نے لاوارث نہیں چھوڑا، بلکہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد کتاب اللہ کی تشریح و تاویل کیلئے باقاعدہ اپنی عترت کو تکمیل دین والے موقعہ پر غدیر خم کے دن معلم قرار دیا۔

اگر بعد از رسول ﷺ ان ربانی معلمین کی بجائے مسلمانوں نے اپنے تئیں قیاس و اجتہاد کر کے دین کے نام پر فتوحات اور مال غنیمت کا بازار گرم کر لیا؛ سلطنت کے بعد سلطنت بنانا شروع کر دی؛ تو اس میں اللہ، کتاب، رسول ﷺ، یا اہل بیتؑ کا قصور ہے؟ ایک طالبعلم جب ٹھان چکا کہ اُسے سمجھنا ہی نہیں تو معاملہ واضع ہو جانا چاہئے۔ مسلمانوں کے اجتہادی فیصلوں کو زبردستی روحِ اسلام قرار دیکر آپ خود یا اپنے جیسوں کو تو ضرور دھوکہ دیتے ہیں، لیکن کوئی صاحبِ عقل آیات کے معنی کو ربانی معلمین، عترتِ اہل بیتؑ کا انکار کر کے قبول کرنے پر اکتفا نہیں کرے گا۔ **سورۃ آل عمران** کی مشہور آیت صاف صاف خبردار کر رہی ہے کہ اُمت کی اصلاح کے نام پر فسادی لوگوں کی تفسیر بالرائے پر کان نہ دھرو۔ کیونکہ محکمات آیات کی تاویل صرف اللہ اور راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں، جبکہ اہل فساد تو متشابہات آیات کو محکم بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اب خود فیصلہ کیجئے کہ اس کجی سوچ کا محمدی ﷺ اسلام کے ''**تذکیہ نفس**'' سے کوئی عقلی و نقلی لینا دینا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو علیؑ نے ریاست و اقتدار کیلئے تلوار پھیر دینی تھی۔ لیکن علیؑ خاموش رہے! کیوں؟ اسلیئے کہ دین محمدی ﷺ کا شیوہ ہی مکتب اہل بیتؑ میں اعلیٰ کردار سازی اور عقلی کمال شناسی ہے۔ 23 سال بعد بھی علیؑ پر زبردستی خلافت ٹھونسی گئی۔ اگر امام حسینؑ پر جنگ مسلط نہ کی جاتی تو انہوں نے اپنے بڑے بھائی کی طرح مدینہ کیوں چھوڑنا تھا؟ پس اللہ کے نبی ﷺ کا مقصد اصل میں ہدایت دینا تھا، جس کے اس نے پاسداران جانے سے پہلے مقرر فرما دیئے۔ اگر کوئی ہدایت کا متمنی ہی نہیں تو پھر خدا بھی سرکش کو مثال نوحؑ کے فرزند کھلی چھٹی دے دیتا ہے۔ اسلام کی عظمت کا تعلق ہدایت کے بلند ترین معیارِ توحید سے ہے۔

اب اگر کوئی چنگیزی یا سکندری راہ پر گامزن ہو کر اپنی ذاتی خواہشات کو اجتہاد کی تسلی دیکر اسلام کے نام پر انسانیت کا خون پلا پلا کے موٹا کرنے پر تلا ہے تو اس میں اللہ، نبی ﷺ اور اُس کی عترتؑ کے پیغام و مقام پر کوئی سوال نہیں اٹھ سکتا۔ کیا عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ صلیب اُٹھاؤ اور شام و فلسطین پر یلغار کر دو؟ آل محمد ﷺ تو خود سلطنت سازوں کے ہمیشہ شکار ہوتے آئے۔ علیؑ سے لیکر حسینؑ تک؛ حسینؑ سے لیکر مہدیؑ تک؛ یاد رہے اسلامی شہواری کا کسی ریاست ساز سیف سے کوئی رشتہ، کوئی

نسبت، نہیں! حضرت علیؑ کا واضع فرمان ہے: ''ایک غیر اسلامی عادل حکومت بہتر ہے اُس مسلمان ریاست سے جسمیں ظلم ہو ''۔ حاصل گفتگو یہ کہ آپ عدل کی بات کریں، ریاست و اقتدار معیاری گفتگو کا مرکز نہیں قرار پا سکتے۔

اس سیر حاصل بحث کے بعد ہم اب مغربی سائنس کی طلسم شکنی کرتے ہیں، کیونکہ اسلامی سائنس، جس کا نقطہ نظر عالم ناسوت تک محدود نہیں، بلکہ اعلیٰ اخلاقی علم کا حامل ہے، کے برعکس مغربی سائنس پرستی آج باقاعدہ سرمایہ دارانہ نظامِ تجارت کے ہاتھوں فقط **افادیت پسندی** بن کر رہ چکی ہے۔ مغربی معاشرے کو اس تجارتی سائنس کی خوش فہمی میں کسی اعلیٰ معیارِ تہذیب کا پاسدار بنانے کی کوشش کرنا لاعلاج جاہلیت کے مترادف ثابت کرنا ہوگا۔ ہم ایک جملے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ مغربی معاشرہ ایک Commercial Society سے زیادہ کچھ نہیں، جس نے دنیا کو جو سہولتیں فراہم کیں اُس کی بنیاد تجارتی تھی نہ کہ اخلاقی۔ مغربی سرمایہ دار نے اگر تعلیم عام کی، انسان دوستی کا داعی کہلایا، صحت کو فروغ بخشا اور صنعت و زراعت کو حیرت انگیز ترقی دی؛ تو اس کا مقصد فقط اپنا تجارتی مال زیادہ سے زیادہ کھپانا تھا تاکہ اس کی Consumer Market پھیلتی چلی جائے۔

اس سارے مفاداتی عمل میں مغربی سرمایہ دارنہ انسان پسندی نے بنیادی ضروریاتِ زندگی کے فلسفہ کو تباہ کر کے عیاشی اور لذت کے رجحان کو فروغ دیتے ہوئے معیار پیش کر کے تاریخِ انسانی میں اپنے لئے Commercial Civilization کی نہائیت ہی بے حیا، بے روح اور گری ہوئی شناخت کا اظہار کیا ہے؛ جس نے سائنس کی آفاقی بصیرت کی صنعتی تحریف میں اپنی تہذیب کو غیر مسیحی بنا کر اخلاقیات، ثقافت اور روحانیت کو بے وقعت کر کے رکھ چھوڑا ہے۔ یعنی اگر آپ اس کی انسان پسندی Humanism کا بغور گہرا مطالعہ کریں تو یہ ساری تحریک Dehumanization ثابت ہوتی چلی جائے گی۔ آج ہر کوئی حساس فکر اس امرِ مبین سے متفق ہونی چاہئے کہ جُوں جُوں اس بیوپاری سوچ کا میٹھا زہر دنیا میں سرایت کرتا جارہا ہے، توں توں خوبصورت اجسام میں ارواح مردہ تر ہوتی چلی جارہی ہیں۔

آج ہمارے معاشرے بس ایک ہی Zombie دنیا، جسے Global Village کا کوڈ ورڈ حاصل ہے، میں انتقال کرتے چلے جارہے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ فلم The Resident Evil ایک دن پوری زمین کو زندہ قبرستان کی حقیقت ثابت کر کے چھوڑے گی، اگر تیسری اور آخری ایٹمی جنگ کچھ دیر تک شروع نہیں ہو جاتی اور ساری خود غرض سائنس اور انسانیت کیساتھ سارا Planet ہی ختم نہ ہو گیا۔

The End

Dated: 14-03-2022

مصنف کی دیگر تحریریں اور کتب مندرجہ ذیل لنک پر موجود ہیں۔ رجوع فرمائیں۔

https://archive.org/details/@aqae

Academia.edu